بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے تثویب کو بدعت قرار دیا ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

دارالافتاء اہلسنت کا ایک فتوی پڑھا ہے جس میں تثویب (اذان واقامت کے درمیان لوگوں کو جماعت کا وقت قریب ہونے کی خبر دینے کے لیے مخصوص کلمات کہنے) کے مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا گیا ہے، جبکہ صحاح ستہ کی روایات میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما کے اس عمل کو بدعت قرار دینے کی روایت مذکور ہے؟

جواب

نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں صرف فجر کی نماز کے وقت تثویب ہوتی تھی، اوراس کی وجہ یہ تھی کہ فجر کا وقت نیند وغفلت کا وقت ہوتا ہے، تو تنبیہ وغیرہ کی حاجت تھی، جبکہ بقیہ اوقات میں اس مبارک زمانے میں غفلت وغیرہ والی صورت نہیں تھی، اسی لیے حضرت مولا علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فجر کے علاوہ اوقات میں تثویب کہنے والے کو بدعتی قرار دیا، اوراسے ناپسند فرمایا، کہ تثویب تو غفلت وغیرہ کی وجہ سے تھی، اوران کے زمانہ میں فجر کے علاوہ اوقات میں یہ وجہ موجود نہیں تھی، تو بلاوجہ ایک نئی بات تھی، لیکن بعد کے زمانے میں جب فجر کے علاوہ اوقات میں بھی لوگوں میں غفلت وسستی عام ہوگئی، تو فقہائے کرام نے عام اوقات کو فجر کے وقت پر قیاس کرتے ہوئے، ان میں بھی تثویب کی اجازت دے دی، کہ جو وجہ فجر میں تثویب کی باعث بنی تھی، وہی وجہ دوسرے اوقات میں بھی پائی جارہی ہے، جیسے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانہ مبارکہ میں جمعے کی صرف ایک اذان ہوتی تھی، کہ مسلمانوں کی آبادی زیادہ نہیں تھی، تو ایک اذان ان کے لیے کافی تھی، لیکن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوگیا، تو اب ایک اوراذان کی ضرورت محسوس ہوئی، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے جمعہ کی ایک اوراذان کا اضافہ فرمایا، اوریہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

نوٹ: عام دنوں کی مغرب میں تثویب کی ضرورت نہیں کہ عام دنوں کی مغرب میں اذان واقامت کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا۔

تثویب اہلِ اسلام کے ہاں اچھا عمل ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے "احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول ومارآہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن" *ترجمہ: متاخرین نے اصل (یعنی تثویب فجر) کو باقی رکھنے کے ساتھ نمازِ مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان واقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو*

رائج کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں، وہ اللہ کریم کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (العنایۃ شرح الھدایۃ، ج 1، ص 246، مطبوعہ : بیروت)

محیطِ برہانی میں ہے "لم یروا بالتثویب بأسا في سائر الصلوات في حق جمیع الناس فلا بأس لأنه حدث تکاسل في الأمور الدینیة و اشتغلوا بأمور زائدة من أمور الدنیا و تغافلوا عن أداء الصلاة لأوقاتها، فنزل سائر الأوقات في زماننا منزلة صلاة الفجر في زمن رسول اللہ علیه السلام" ترجمہ : فقہائے کرام نے تمام لوگوں کے لیے کسی بھی نماز میں تثویب میں حرج نہیں سمجھا، کیونکہ لوگ دینی معاملات میں سست ہو گئے اور دنیا کے غیر ضروری معاملات میں مشغول ہو گئے اور نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے سے غافل ہو گئے، لہٰذا ہمارے زمانے میں تمام اوقات (تثویب کی ضرورت کے معاملے میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں ہونے والی نمازِ فجر کے قائم مقام ہو گئے۔ (المحیط البرھانی، ج 1، ص 343، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

المبسوط للسرخسی میں ہے "قال (ولا تثویب إلا في صلاة الفجر) لما روي أن علیا رضي اللہ تعالی عنه رأی مؤذنا یثوب في العشاء فقال أخرجوا هذا المبتدع من المسجد ولحدیث مجاهد رضي اللہ تعالی عنه قال دخلت مع ابن عمر رضي اللہ تعالی عنهما مسجدا نصلي فیه الظهر فسمع المؤذن یثوب فغضب وقال قم حتی نخرج من عند هذا المبتدع، **فما کان التثویب علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم إلا في صلاة الفجر، ولأن صلاة الفجر تؤدی في حال نوم الناس ولهذا خصت بالتطویل في القراءة فخصت أیضا بالتثویب لکي لا تفوت الناس الجماعة۔۔۔، وأما المتأخرون فاستحسنوا التثویب في جمیع الصلوات لأن الناس قد ازداد بهم الغفلة وقلما یقومون عند سماع الأذان فیستحسن التثویب للمبالغة في الإعلام ومثل هذا یختلف باختلاف أحوال الناس**، ملخصا" ترجمہ : امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا : (فجر کی نماز کے علاوہ کسی اور نماز میں تثویب نہیں ہے) کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مؤذن کو عشاء کے وقت میں تثویب کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا : اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کی وجہ سے کہ میں حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے ایک مسجد میں داخل ہوا، تو حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مؤذن کو تثویب کرتے ہوئے سنا، تو ناراض ہو کر فرمایا : اٹھو، حتی کہ ہم اس بدعتی کے پاس سے نکل جائیں۔ **رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں صرف فجر کے وقت میں تثویب ہوتی تھی اور اس لیے بھی کہ فجر کی نماز لوگوں کی نیند کی حالت میں ادا کی جاتی ہے، اسی لیے اس نماز (یعنی فجر) کو لمبی قراءت کے ساتھ خاص کیا گیا، تو تثویب کے ساتھ بھی خاص کیا گیا، تاکہ لوگ جماعت فوت نہ کر دیں۔۔ اور متاخرین (بعد کے) علماء نے تمام نمازوں میں تثویب کو اچھا قرار دیا، کیونکہ لوگوں میں غفلت زیادہ ہو گئی ہے اور وہ اذان سنتے ہی نماز کے لیے بہت کم کھڑے ہوتے ہیں، لہٰذا اعلان میں مبالغے کے لیے تثویب کو اچھا قرار دیا اور اس جیسی چیزیں لوگوں کے حالات بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔** (المبسوط للسرخسی، ج 1، ص 130، 131، مطبوعہ : بیروت)

رمضان المبارک میں مغرب کی اذان کے بعد صلاۃ کہنے کے متعلق سوال ہوا کہ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے، جائز ہے یا نہیں؟" اس کے جواب میں امامِ اہلسنّت، امام اَحمد رضا خان رَحْمَۃُ

اللہ عَلَیۃ فرماتے ہیں: "اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے، جہاں جس طرح اطلاعِ مکرر (دوسری اطلاع) رائج ہو، وہی تثویب ہے، خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آ گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو، وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتبِ مذہب **متون** مثل (1) تنویر الابصار و (2) وقایہ (3) ونقایہ (4) وغرر الاحکام (5) وکنز (6) وغرر الاذکار (7) ووافی (8) وملتقی (9) واصلاح (10) نور الایضاح (11) **وشروح** مانند درمختار (12) وردالمحتار (13) وطحطاوی (14) وعنایہ (15) ونہایہ (6) وغنیہ (17) شرح منیہ وصغیری (18) و بحر الرائق (19) ونہر الفائق (20) وتبیین الحقائق (21) وبرجندی (22) وقہستانی (23) ودرر (24) وابن ملک (25) وکافی (26) و مجتبیٰ (27) وایضاح (28) وامداد الفتاح (29) ومراقی الفلاح (30) وحاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی (31) **وفتاویٰ** مثل ظہیریہ (32) و خانیہ (33) وخلاصہ (34) وخزانۃ المفتین (35) وجواہر اخلاطی (36) وعالمگیری (37) وغیرہا مالامال ہیں، وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین والخلاف خلاف زمان لا برھان (عام ائمہ متاخرین اسی پر ہیں اور اس میں اختلاف صرف زمانے کا اختلاف ہے، دلیل کا نہیں)۔۔۔ **اور ماہِ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں، لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی، جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذانِ فجر میں** الصلاۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہدایہ میں ہے: "خص الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ" (فجر کو تثویب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے)۔ بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریقِ جماعت کی راہ نکالی جائے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 5، صفحہ 361 تا 363، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جمعہ کی ایک اور اذان کے متعلق جزئیات:

صحیح بخاری میں ہے "عن السائب بن يزيد، قال: «كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وعمر رضي الله عنهما، فلما كان عثمان رضي الله عنه، وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء»" ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مبارک زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے زورا کے مقام پر تیسری اذان کا اضافہ کیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 912، ص 171، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مذکورہ حدیث کے الفاظ "كثر الناس" کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے "أي: المؤمنون بالمدينة، وصار ذلك الأذان الذي بين يدي الخطيب لا يسمعه جميع أهل المدينة" ترجمہ: یعنی مدینہ منورہ میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور خطیب کے سامنے جو اذان دی جاتی تھی، اسے تمام اہل مدینہ نہیں سن پاتے تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج 3، ص 448، مطبوعہ: کوئٹہ)

شرح ابی داؤد للعینی میں ہے "قال القاضي عبد الوهاب في "المعونة": للجمعة أذانان، أحدهما عند الزوال، وهو الذي، أحدث في زمن عثمان لما كثر الناس، واحتيج إلى زيادة في إعلامهم، والآخر عند جلوس الإمام على المنبر" ترجمہ: قاضی عبد الوہاب نے "المعونۃ" میں فرمایا: جمعہ کے لیے دو اذانیں ہیں، ان میں سے ایک زوال کے وقت ہوتی ہے، اور یہی وہ اذان ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس وقت شروع کی گئی جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور انہیں جمعہ کے وقت سے آگاہ کرنے کے لیے مزید اعلان کی ضرورت پیش آئی۔ اور دوسری اذان اس وقت ہوتی ہے جب امام منبر پر بیٹھتا ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد، ج 4، ص 426، مطبوعہ: ملتان)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مولانا محمد شفیق عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-5461

تاریخ اجراء: 17 ربیع الآخر 1448ھ/29 ستمبر 2026ء